# رسائل و مسائل

## حدیث لاتسبوا الدھر

مکرمی - السلام علیکم - رسالہ ترجمان القرآن شعبان ۱۳۵۳ھ میں جناب نے حدیث شریف اوبر الشیطان لہ ضراط کے سلسلہ میں جو تحریر فرمایا ہے اس کا مفصل جواب عنقریب جناب کی خدمت میں پہونچیگا۔ کیونکہ آپ کا یہ جواب نا تسلی بخش ہے اور صحیح بھی نہیں ہے۔ کاش آپ کامل توجہ فرماتے اور مناسب عالمانہ جواب دیتے اور علماء اہلحدیث پر اللہ اور اسلام کو ترجیح دیتے۔ نیز مزید گزارش ہے کہ اسی سلسلہ میں آپ مندرجہ ذیل استفسار پر بھی توجہ فرماویں:-

۱ بخاری شریف کی حدیث ہے - فان اللہ ھو الدھر ۲ و قال اللہ یسبّ بنو آدم الدھر و انا الدھر ۳ موطا امام مالک - فان اللہ ھو الدھر ۴ وحدیث ترمذی لوانکم دلیتم بحبل الی الارض السفلی لھبط علی اللہ - ان سے ظاہر ہے کہ دہر ہی بخاری صاحب وغیرہ کا معبود (الہ) ہے اور ان کا (الہ) صرف دہر ہے اب فرمایئے ان دہر کو اپنا معبود (الہ) ماننے والوں کی بابت آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ راغب اصفہانی کی سند زیر نظر رکھکر جواب مرحمت کیا جائے۔ ھل الدھر الا لیلۃ و نھارھا- ولا طلوع الشمس ثم غیارھا جس کی رو سے تو نظام شمسی کواکب کرہ ارض عناصر یہی دہر نیچر۔ زمانہ ہیں جنکی بابت کفار دہریے کہا کرتے تھے وقالوا ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت و نحیا وما یھلکنا

اِلَّا الدَّھرُ وَمَا لَھُمْ بِذٰلِکَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ ھُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ (سورۃ الجاثیہ، ۲۴)

براہِ مہربانی ان کو مسترد نہ فرمایئے نہ چھپایئے بلکہ اس مختصر عریضہ کو مکمل چھاپیے اور عالمانہ

جواب مرحمت فرمایئے۔ فقط والسلام۔ ابراہیم حنیف داعی الی اللہ از لاہور۔

آپ کے اصل استفسار کا جواب دینے سے پہلے اُس طرزِ عمل کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں جو آپ نے اس مسئلے میں اختیار کیا ہے۔

میں نے آپ کا وہ مضمون پڑھا ہے جو آپ نے عیسائیوں کے رسالہ المائدہ میں "روایتی نماز کی فلاسفی" کے عنوان سے لکھا ہے۔ آپ کے جذبات کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن کم از کم میرے اپنے جذبات یہ ہیں کہ اگر مجھے خدانخواستہ اپنے کسی مسلمان بھائی سے جھگڑا کرنا بھی ہوگا تو غیر مسلموں کے سامنے جا کر کبھی ایسا نہ کروں گا۔ کجا کہ وہ جھگڑا کسی مذہبی مسئلہ میں ہو، اور اس سے غیر مسلموں کو اسلام اور مسلمانوں پر استہزا کرنے کے لیے اچھا خاصا سامان تفریح ہاتھ آتا ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی مسلمان بھی جس میں ذرا سی بھی اسلامی غیرت ہوگی ایسا کرنا پسند نہ کرے گا۔ بلکہ مجھے تو ابھی تک عیسائیوں۔ ہندوؤں، اور دوسرے مذاہب کے پیروؤں میں بھی کوئی مثال ایسی نہیں ملی کہ کسی مشخص نے خود اپنے ہم مذہبوں کے مذہبی عقائد کا مذاق اڑانے یا ان پر لعن و طعن کرنے کے لیے کسی دوسرے مذہب والوں کے اخبار کو ذریعہ بنایا ہو۔ پھر آپ تو ماشاء اللہ "داعی الی اللہ" ہیں۔ ابراہیم حنیف آپ کا اسمِ گرامی ہے۔ آپ کی غیرت نے یہ کس طرح گوارا کیا کہ مسلمانوں سے مذہبی مسائل میں جھگڑا کرنے کے لیے ان لوگوں کے رسالہ کو واسطہ بنائیں جو اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اور اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ کے قائل ہیں؟ جن کے سامنے ایک داعی الی اللہ کو تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ کی دعوت پیش کرنی چاہیے تھی، ان کے سامنے آپ اپنے آپس کے اختلافات پیش فرما رہے ہیں، اور وہ بھی اس انداز میں کہ دوسروں کی نگاہوں میں جمہور مسلمین کے عقائد اور ان کے مذہب کا استخفاف ہو۔

آپ نے اپنے مذکورہ بالا مضمون میں جو زبان استعمال کی ہے اور جس انداز سے حدیث زیر بحث اور اسکی صحت کے قائلوں اور عموماً حدیث کے ماننے والوں پر نقد فرمایا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آج کل مذہبی مناظرے کا جو عام رنگ ہے اسی قسم کے مناظرے کی اسپرٹ آپکے اندر بھی بھری ہوئی ہے۔ اس اسپرٹ کا اظہار آپکے مندرجہ بالا خط سے بھی ہوتا ہے۔ نیز آپ کا یہ فعل بھی اسی اسپرٹ کا ایک مظہر ہے کہ آپنے یہ خط رجسٹری کے ذریعہ سے میرے نام ارسال فرمایا ہے۔ گویا خط بھیجنے سے پہلے ہی اپنے مخاطب کے متعلق آپ کافی بدگمان تھے، اور اس کے مقابلہ میں قانونی احتیاطیں برت لینا ضروری سمجھتے تھے تاکہ آیندہ اس پر گرفت کی جاسکے۔ اس ذہنیت اور اس جنگی روح کو دیکھ کر میں نہ چاہتا تھا کہ آپکے اس عنایت نامے کی طرف توجہ کروں کیونکہ میں پیشہ ور مناظر نہیں ہوں۔ زبانی اور قلمی کشتیوں کے دنگل آراستہ کرنا میرا شیوہ نہیں۔ جس مباحثہ کا مقصد احقاق و تحقیق نہ ہو اس میں ایک منٹ صرف کرنا بھی تضیع اوقات سمجھتا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود میرا ضمیر مجھے مجبور کر رہا ہے کہ آپ کی اصلاح خیال کے لیے کم از کم ایک مرتبہ کوشش ضرور کی جائے۔

آپ اپنے عنایت نامے کی ابتدا میں فرماتے ہیں کہ حدیث ادبر الشیطان لہ ضراط کی شرح میں جو کچھ میں نے عرض کیا تھا وہ ناتسلی بخش ہے۔ اس عدم تسلی کی وجہ تو میں آپکے مفصل جواب کو دیکھ کر ہی سمجھ سکوں گا۔ لیکن اتنا آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ آپ کو تسلی بخشنا میرا یا کسی انسان کا کام نہیں ہے۔ دوسرا شخص جو کچھ کر سکتا ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ تسلی حاصل کرنے میں آپ کی مدد کرے۔ باقی رہی تسلی، تو اس کا سرچشمہ خود آپکے اپنے نفس میں موجود ہے۔ اگر آپ تسلی حاصل کرنا ہی نہ چاہیں، اور اپنے دل کے کان اور دل کی آنکھیں ہر اُس آواز اور ہر اُس چیز کے لیے بند کرلیں جو آپکے پہلے سے جمے ہوئے خیالات کے خلاف ہو، تو کسی انسان میں یہ قدرت نہیں کہ آپ کو مطمئن کر سکے۔ ہم معمولی انسانوں کا تو کیا ہستی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ان لوگوں کو مطمئن نہ کر سکے جنھوں نے مطمئن نہ ہونا چاہا۔ لہٰذا سب سے پہلے اپنے نفس کی طرف توجہ فرمائیے۔ اگر وہ اطمینان اور تسلی حاصل کرنا چاہتا ہے تو کھلے دل سے اور تحقیق کی نیت سے بحث فرمائیے اور

اگر وہ اس متاع کا طالب ہی نہیں ہے تو اس کام میں اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع نہ کیجئے۔

اب میں آپ کے اصل سوال کی طرف آتا ہوں، اور اس پر کلام کرنے سے میرا مقصد آپ پر صرف اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ تعصب کی عینک چڑھا کر محض سرسری نظر سے کسی چیز کو دیکھنا اور ایک قطعی رائے قائم کر لینا کس قدر غلط طریقہ ہے، اور اس سے انسان کس قدر گمراہ ہو جاتا ہے۔ آپ کے ارشادات کا حاصل یہ ہے کہ:۔

(۱) امام مالک اور امام بخاری وغیرہ حضرات جنھوں نے اس مضمون کی احادیث کو روایت کیا ہے، دراصل ان روایات کے واضع ہیں اور یہ حدیثیں انھوں نے خود گھڑ کر نبی اکرم کی طرف منسوب کر دی ہیں۔

(۲) ان روایات میں جس دھر کو برا کہنے سے روکا گیا ہے اس سے مراد زمانہ ہے یا نیچر ہے جس میں نظام شمسی، کواکب، کرہ ارض، اور عناصر سب آجاتے ہیں۔ پس ان احادیث کے وضع کرنے والے اور اس کو ماننے والے دراصل دہریئے اور نیچری تھے۔

(۳) یہ حدیث دہریوں کے اس اعتقاد کی تائید کرتی ہے جس کی تردید قرآن مجید نے کی ہے۔

ان تینوں بدگمانیوں کی حقیقت ترتیب وار ملاحظہ ہو:۔

(۱) اس مضمون کی کم و بیش پندرہ سولہ روایتیں مختلف طریقوں سے امام مالک، امام احمد ابن حنبل امام بخاری، امام مسلم، اور امام ابو جعفر ابن جریر طبری نے نقل کی ہیں۔ ان تمام احادیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اور اس بات پر جمہور اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ صحابہ سب کے سب عدول ہیں۔ ان میں سے کسی پر یہ شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا باندھا ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ سے جن لوگوں نے ان روایات کو لیا ہے ان میں محمد بن سیرین، سعید بن المسیب، ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن اور اعرج جیسے لوگ ہیں۔ اس کے بعد ہر مرتبہ روایت میں راوی بڑھتے جاتے ہیں اور کئی طریقوں سے یہ روایتیں ائمہ مذکورین تک پہنچتی ہیں جن میں سے اکثر کے صحیح

ہونے پر اتفاق کیا گیا ہے، اور یہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی ضعیف روایت کی تائید میں کوئی قوی روایت موجود ہو تو وہ ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے۔

ایک طرف اتنی شہادتیں ہیں۔ اور دوسری طرف آپ کا صرف یہ مختصر سا فیصلہ کہ تمام روایتیں جعلی ہیں۔ کیوں؟ صرف اس لیے کہ جو مضمون ان روایات میں بیان ہوا ہے وہ آپ کی سمجھ میں نہیں آیا۔ روایات اور شہادتوں کو جانچنے کا یہ بالکل نیا طریقہ ایجاد ہوا ہے کہ جو روایت آپ کی سمجھ میں نہ آئے یا جس کا مضمون آپ کی رائے کے خلاف ہو، اُسکو بلاتکلف غلط اور اس کے راوی کو بے تامل جھوٹا کہہ دیجیے۔ کیونکہ صداقت کے لیے لازم ہے کہ وہ آپ کی رائے اور سمجھ کے عین مطابق ہو۔ معلوم نہیں کہ یہ حق آپ نے صرف اپنے لیے محفوظ رکھا ہے یا ہر سامع کو فرداً فرداً یہی حق عطا فرماتے ہیں۔ اگر پہلی صورت ہے تو آپ اس کے مستحق ہیں کہ تمام دنیا کے دائمی قاضی قرار پائیں۔ کیونکہ اور کوئی شخص اس کا اہل نہ ہوگا کہ کسی گواہ کی جرح یا تعدیل کر سکے۔ اور اگر دوسری صورت ہے تو شہادتوں اور روایتوں کو جانچنے اور ان کو صحیح یا غلط قرار دینے کے لیے دنیا میں کوئی متفق علیہ معیار نہ رہے گا بلکہ ہر شخص جس کو چاہے گا سچا اور جس کو چاہے گا جھوٹا کہہ دیگا، اور اسکی زد سے خود آپ بھی نہ بچ سکیں گے۔

آپ نے اپنے اس قاعدے کے مطابق جن لوگوں کو کذاب اور واضع حدیث، اور رسول اللہؐ پر بہتان گھڑنے والے اور دہری و نیچری قرار دیا ہے، وہ امت مسلمہ کے سب سے زیادہ نامور اور ممتاز بزرگوں میں سے ہیں اپنے تقویٰ، دینداری، صداقت، خدمت دین، اور علمی تحقیق و کاوش کے لحاظ سے ان کا درجہ اتنا بلند ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد مسلمانوں کی پوری تاریخ میں شاید ان سے زیادہ بلند پایہ شخصیتیں آپ کو نہ مل سکیں گی۔ یہ مسلمانوں کے وہ ہیرو ہیں جن پر وہ تمام دنیا کی قوموں کے مقابلے میں فخر کر سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے خلاف زبان کھولنے اور بدترین قسم کے کذب و افترا کا الزام لگانے اور اس سے بھی بڑھ کر کفر اور دہریت کا فتویٰ صادر کرنے سے پہلے آپ کو کافی غور و خوض اور بحث و تحقیق سے کام لینا چاہیے تھا، اور ذرا اس پہلو پر بھی ایک نظر ڈال لینی چاہیے تھی کہ کہیں آپ خود تو غلطی پر نہیں ہیں۔ اگر آپ اپنے ہم کو

غلطی سے بالکل مبرا نہیں سمجھتے تو امام مالک، اور امام احمد ابن حنبل جیسے لوگوں پر اتنے بڑے الزامات عائد کرتے ہوئے آپ کو خدا سے ڈرنا چاہیئے تھا کہ اگر آپ خود غلطی پر ہوئے تو خدا کے ہاں اس گناہ کی کیسی سخت بازپرس ہوگی۔ کیا ایک "داعی الی اللہ" کے دل میں اللہ کا اتنا بھی خوف نہ ہونا چاہیئے؟

(۲) آپ نے حدیثوں کے آدھے آدھے ٹکڑے نقل کر کے ان کو بالکل غلط معنی پہنائے ہیں۔ ذیل میں ان تمام حدیثوں کو نقل کیا جاتا ہے جو اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں۔ ان کو ترجمے کے ساتھ پڑھ کر بتائیے کہ ان سے دہریت کی تائید نکلتی ہے یا صریح اور شدید تردید۔

بخاری کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ جاثیہ، اور کتاب التوحید میں ہے:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ عز وجل یوذینی ابن آدم یسب الدھر وانا الدھر بیدی الامر اقلب اللیل والنھار

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ ابن آدم مجھ کو اذیت پہنچاتا ہے کہ زمانے کو برا کہتا ہے۔ زمانہ تو میں ہوں۔ تمام معاملات میرے ہاتھ میں ہیں۔ میں ہی لیل و نہار کو گردش دیتا ہوں۔

طبری نے یہی حدیث دو طریقوں سے نقل کی ہے مسلم اور احمد ابن حنبل نے بھی اسکو لیا ہے۔

"یوذینی" کی تشریح میں قرطبی نے کہا ہے کہ انما ھذا من التوسع فی الکلام۔ والمراد ان من وقع ذلک منہ تعرض لسخط اللہ۔ واللہ منزہ عن ان یصل الیہ الاذی۔

بخاری کتاب الادب باب لا تسبوا الدھر میں ایک دوسری سند سے یہ روایت آئی ہے:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ یسب بنو آدم الدھر وانا الدھر بیدی اللیل والنھار۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بنی آدم زمانے کو برا بھلا کہتے ہیں، حالانکہ زمانہ میں ہوں لیل و نہار میرے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

طبری نے ایک دوسرے طریقے سے یہی حدیث نقل کی ہے مسلم نے بھی تھوڑے سے لفظی تغیر کے ساتھ

اس کو نکالا ہے۔

مسند امام حنبل اور تفسیر ابن جریر طبری، میں مختلف طریقوں اور تھوڑے سے لفظی اختلاف کیساتھ یہ حدیث آئی ہے

لا یقولن احدکم یا خیبۃ الدھر فانی انا الدھر اقلب لیلہ ونھارہ واذا شئت قبضتھما۔

تم میں سے کوئی ہائے زمانہ نہ کہے کیونکہ زمانہ تو میں خود ہوں۔ اسکے لیل و نہار کو میں ہی گردش دیتا ہوں اور جب چاہوں گا اسکو سمیٹ دونگا

امام احمد بن حنبل نے ایک دوسرے طریقے سے یہ حدیث نقل کی ہے:۔

لا تسبوا الدھر فان اللہ قال انا الدھر الایام واللیالی لی اجددھا وابلیھا واٰتی بملوک بعد ملوک۔

زمانے کو گالیاں نہ دو۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ زمانہ میں خود ہوں رات اور دن میرے ہی قبضہ قدرت میں ہیں انکو میں ہی نیا اور پرانا کرتا ہوں اور بادشاہوں کے بعد بادشاہوں کو لاتا ہوں

مسلم اوطبرانی میں ہے:۔

لا تسبوا الدھر فان اللہ ھو الدھر

زمانے کو برا نہ کہا کرو کیونکہ اللہ ہی زمانہ ہے۔

موطا امام مالک باب ما یکرہ من الکلام میں ہے:۔

لا یقولن احدکم یا خیبۃ الدھر فان اللہ ھو الدھر۔

تم میں سے کوئی ہائے زمانہ نہ کہے کیونکہ اللہ ہی زمانہ ہے۔

اب فرمائیے کہ دھریت اور نیچریت ان احادیث سے کہاں نکلتی ہے؟ ان کا مفہوم تو یہ ہے کہ تم پر جو مصائب ونوائب آتے ہیں ان کو تم اپنی جہالت سے زمانے کی طرف منسوب کرتے ہو۔ اور کہا کرتے ہو کہ زمانے نے ہم کو مٹادیا۔ گردش لیل ونہار نے ہم کو پیس ڈالا حالانکہ تمام افعال کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ لیل ونہار جن کی گردش کا نام زمانہ ہے، اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ لہذا تم جو زمانے کو گالیاں دیتے ہو تو دراصل وہ گالیاں خدا کی طرف راجع ہوتی ہیں، کیونکہ وہ زمانہ جس کو تم مصیبت اور راحت لانے والا سمجھتے ہو، وہ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے، اور وہ زمانہ جو گردش لیل ونہار سے عبارت ہے حقیقت میں کسی فعل پر بھی قادر نہیں

کیا یہی بات ہے جس کو آپ دھریت اور نیچریت سے تعبیر فرما رہے ہیں ؟ کیا اسی سرمایۂ فہم و تدبر کے ساتھ جناب کو یہ جرأت ہوئی کہ اسلام کے جلیل القدر ائمہ پر حملہ آور ہوں ؟

ذرا غور تو کیجیے تو معلوم ہو جائے گا کہ ان احادیث میں جو مضمون بیان کیا گیا ہے وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ضرور ادا ہوا ہوگا اور مختلف مواقع پر مختلف طریقوں سے ہوا ہوگا۔ کیونکہ مصیبت کے وقت زمانے کو کوسنا اور برا بھلا کہنا اب بھی عوام کی عادت ہے اور عہد رسالت میں اہل عرب کی بھی یہی عادت تھی، چنانچہ خود قرآن مجید شہادت دیتا ہے کہ عرب کے جہلاء زمانے کو ہلاک اور فنا کرنے والا سمجھتے تھے پس تکلیفوں کے وقت عام دستور کے مطابق مسلمانوں کی زبان سے بھی زمانے کی شکایت ضرور نکل جاتی ہوگی، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کو اس سے یقیناً منع فرماتے ہونگے۔ اس میں کونسی ایسی انوکھی بات ہے جو بالکل خلاف عقل اور بعید از امکان ہو اور اسکی بنا پر ان روایات کو غلط اور ان کے راویوں کو جھوٹا قرار دینا ضروری ہو جائے ؟

(۳) قرآن مجید کی جو آیت آپ نے نقل کی ہے وہ ان احادیث کے خلاف نہیں بلکہ انکی مؤید ہے۔ اس آیت میں کفار عرب کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ "ہماری جو کچھ بھی زندگی ہے اسی دنیا کی زندگی ہے۔ ہم مرتے اور جیتے ہیں اور زمانے کے سوا کوئی ہم کو ہلاک کرنے والا نہیں ہے"، اس قول کو نقل کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَمَا لَهُمْ بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ "ان کو اس کا کوئی علم نہیں ہے بلکہ یہ صرف ان کا گمان ہے"۔ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ "یعنی اے محمدؐ! ان سے کہدو کہ تمہارا مارنے اور جلانے والا جس کو تم جہالت سے دھر کہہ رہے ہو وہ اللہ ہی ہے۔ پھر وہی تم کو قیامت کے روز جمع کریگا"۔ اوپر احادیث میں جو کچھ بیان ہوا ہے کیا وہ یہی مضمون نہیں ہے ؟

اب آپ ضد اور تعصب کو چھوڑ کر اپنے دل کی طرف رجوع کیجئے اور سوچئے کہ بغیر کسی غور و فکر اور بغیر کسی تحقیق کے آپنے اللہ کے ان محبوب بندوں پر جھوٹ اور دھریت کے جو الزامات عائد کیے ہیں وہ کس قدر غلط ہیں اور ان پر آپ کو اللہ کے ہاں کیسی سخت جوابدہی کرنی ہوگی۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ آپ کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور آئندہ کے لیے آپ کے قلب و زبان و قلم کو ایسی گمراہی سے محفوظ رکھے، اور آپ کو حقیقی معنوں میں داعی الی اللہ بنائے ۔